خیر آبادی سلسلۂ علم و فضل کے احوال و آثار

خیر آبادیات

اُسید الحق قادری بدایونی

خیرآبادی سلسلۂ علم و فضل کے احوال و آثار

خیرآبادیات

اسید الحق قادری بدایونی

ناشر

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف

سلسلۂ مطبوعات (72)

khairabadeyat

By : Usaidul haq qadri budauni

کتاب	:	خیرآبادیات
مصنف	:	اسید الحق قادری بدایونی
طبع اول	:	۲۰۱۱ء/۱۴۳۲ھ
طبع ثانی	:	جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ/اپریل ۲۰۱۴ء

Publisher
TAJUL FUHOOL ACADEMY
(A Unit of Qadri Majeedi Trust)
Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India
Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720
E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.info

Distributor
Maktaba Jam-e-Noor
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Phone : 011-23281418
Mob. : 0091-9313783691

Distributor
New Khwaja Book Depot.
Matia Mahal,
Jama Masjid, Delhi-6
Mob. : 0091-9313086318

افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں کیوں کہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے نفس مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی (الجہد المقل: ص ۴۱، بحوالہ مقدمہ تحقیق الفتویٰ: ص ۶۱)

پھر آگے چل کر یہ بھی لکھ دیا کہ:

بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب اہل سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغیر ان کے تحقق و فعلیت صدور کی کبھی نوبت نہیں آسکتی (مرجع سابق)

الجُهدُ المُقِل کے جواب میں مولانا احمد حسن کانپوری کے استاذ بھائی مولانا عبداللہ ٹونکی (وفات: ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء) نے عربی زبان میں ''عجالة الراكب فی امتناع كذب الواجب'' (مطبع اسلامیہ لاہور ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء) لکھی۔

مفتی آزردہ کی تحریر: دیانت علمی کا تقاضا ہے کہ مفتی آزردہ کی اس تحریر کا بھی تذکرہ کیا جائے جو رسالہ یک روزی کے ساتھ شائع ہوئی ہے، اس میں مفتی آزردہ نے امکان نظیر کے مسئلہ میں شاہ اسماعیل سے اتفاق کرتے ہوئے علامہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے، لیکن شاہ اسماعیل کے اس اسلوب پر سخت احتجاج کیا ہے جو انہوں نے انبیا علیہم السلام کے لیے روا رکھا تھا، اگر اس تحریر کا سنہ متعین ہو جائے تو آگے بحث کے مراحل آسانی سے طے کیے جا سکتے ہیں، کیوں کہ اگر یہ تحریر رمضان ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء سے پہلے کی ہے تو یقینی طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ مفتی صاحب کے اس وقت کے خیالات ہیں جب تک تحقیق الفتویٰ نہیں لکھی گئی تھی، لیکن جب علامہ نے مسئلہ امتناع نظیر پر اپنے موقف کو دلائل سے مزین کیا تو مفتی آزردہ مطمئن ہو گئے اور شرح صدر کے ساتھ تحقیق الفتویٰ کی تصدیق کر دی، کیونکہ تحقیق الفتویٰ پر دیگر علمائے دہلی کے ساتھ مفتی آزردہ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ اور اگر یہ ثابت ہو کہ یہ تحریر تحقیق الفتویٰ کے بعد کی ہے تو پھر اس کو تحقیق الفتویٰ کی تائید و تصدیق سے رجوع مانا جائے گا۔ یہ مسئلہ ابھی تحقیق طلب ہے، معروف محقق ڈاکٹر شمس بدایونی کا خیال ہے کہ ''مفتی آزردہ کی یہ تحریر الگ سے رسالے کی شکل میں ''امکان نظیر'' (۱۲۷۲ھ) کے تاریخی نام سے باہتمام شیخ الٰہی بخش افضل المطابع دہلی سے شائع ہوئی تھی، اس پر سنہ اشاعت درج نہیں ہے، بعض دوسرے قرائن سے اس کی اشاعت کا سنہ محرم ۱۲۷۸ھ/اگست

۱۸۶۱ء طے کیا گیا ہے'' (گفتگو پر مبنی) ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے (مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ)
اس میں مفتی صاحب کی تحریر کے اختتام پر ''فی اوائل محرم ۱۲۷۸ھ'' درج ہے، اس سے ڈاکٹر صاحب کی بات کی تائید ہوتی ہے، اس رائے کو غالبؔ کے ایک خط سے بھی تقویت ملتی ہے، سید محمد مجتہد لکھنوی کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: (۱۹)

> ترجمہ: اس زمانے میں شہر میں دو دانش مند باہم برسر پے کار ہیں، ایک کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت خاتم الانبیا کا مثل پیدا کر سکتا ہے، دوسرا کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا مثل ممتنع ذاتی اور محال ذاتی ہے۔ (غالب اور بدایوں: ص ۳۰)

یہ خط ۱۷ر جنوری ۱۸۵۷ء (جمادی الاول ۱۲۷۳ھ) کو تحریر کیا گیا ہے، اس میں ''دو دانش مند'' سے علامہ اور مفتی صاحب کی ذات ہی مراد ہوگی، کیوں کہ غالبؔ کے احباب میں ان کے علاوہ اور ایسے کوئی دو ''دانش مند'' نظر نہیں آتے، جو اس مسئلہ میں برسر پے کار ہوئے ہوں، لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مفتی آزردہؔ کی یہ تحریر ۱۲۷۲ھ کی ہی ہے، اس کے بعد علامہ اور مفتی صاحب میں علمی بحث ہوئی ہوگی جس کو غالب نے دو دانشمندوں کے برسر پے کار ہونے سے تعبیر کیا ہے۔

یہ تمام خارجی دلائل ہیں جن سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کی زیر بحث تحریر تحقیق الفتویٰ (رمضان ۱۲۴۰ھ) کے ۳۰/۳۲ برس بعد ۱۲۷۲ھ/۱۲۷۳ھ میں لکھی گئی ہے، مگر اس تحریر میں کچھ داخلی شواہد موجود ہیں جن سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ یہ تحریر تحقیق الفتویٰ (رمضان ۱۲۴۰ھ) سے پہلے سپرد قلم کی گئی ہے، اس تحریر میں مفتی صاحب نے بعض ایسی آیات سے استدلال کیا ہے جن کا جواب تحقیق الفتویٰ میں موجود ہے، شاہ اسماعیل نے یک روزی میں امکان نظیر کی ایک دلیل کے ضمن میں کہا تھا کہ اگر حضور ﷺ کی نظیر ممتنع بالذات ہو تو حضور واجب الوجود ہوں گے، کیوں کہ جس کی نقیض ممتنع ہو وہ واجب ہوتا ہے، یہی دلیل مفتی صاحب کی اس تحریر میں بھی ہے، اس کا جواب علامہ نے تحقیق الفتویٰ میں دیا ہے کہ نقیض اور مثل میں فرق ہے، شئ کی نقیض کے امتناع سے شئ کا وجوب لازم آتا ہے، اس کی مثل کے امتناع سے وجوب لازم نہیں آتا، یہ امور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کی یہ تحریر تحقیق

الفتویٰ سے پہلے کی ہے، ورنہ جن دلائل کو علامہ تحقیق الفتویٰ میں ۳۰؍ برس پہلے رد کر چکے ہوں پھر ۳۰؍ برس بعد ان کے اعادہ کا کوئی جواز نہیں ہے، دوسری داخلی دلیل یہ ہے کہ اس میں علامہ کے بعض ان دلائل کا تنقیدی جائزہ ہے جو ''تقریر اعتراضات'' میں ذکر کیے گئے تھے، اگر یہ تحریر تحقیق الفتویٰ کے بعد کی ہوتی تو اس میں تحقیق الفتویٰ میں ذکر کیے گئے دلائل کا جائزہ لیا جانا چاہیے تھا۔

۱۲۷۲ھ یا ۱۲۷۸ھ میں اس تحریر کی اشاعت اس بات کا قطعی ثبوت نہیں ہے کہ یہ تحریر اسی وقت کی لکھی ہوئی ہے، ممکن ہے پہلے ۱۲۷۲ھ میں شائع ہوئی ہو اور لفظ ''امکان نظیر'' (۱۲۷۲ھ) سے سنہ تالیف نہیں بلکہ سنہ طباعت کی طرف اشارہ ہو، پھر ۱۲۷۸ھ میں جب ایضاح الحق اور رسالہ یک روزی شائع کیا جارہا ہو تو موضوع کی مناسبت سے اس تحریر کو بھی شامل اشاعت کرلیا گیا ہو۔ غالب کے خط میں یہ جملہ قابل توجہ ہے کہ ''دریں ہنگام در شہر'' (اس زمانے میں شہر میں) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ برسر پے کار دونوں دانش مند دہلی شہر میں موجود ہیں، مگر اس خط کے زمانے (۱۲۷۳ھ) میں علامہ دہلی میں نہیں تھے، بلکہ وہ الور میں بسلسلہ ملازمت قیام پذیر تھے۔

بہرحال مفتی صاحب کی اس تحریر کے سنہ تصنیف کے تعین کا مسئلہ ابھی مزید غور وفکر کا متقاضی ہے، بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ تحریر تحقیق الفتویٰ کے بعد ہی کی ہے تو بھی زیادہ سے زیادہ اتنا ثابت ہوگا کہ مفتی صاحب کو صرف اس ایک مسئلہ امتناع نظیر میں علامہ سے اختلاف رائے تھا، لیکن اس اختلاف کو شاہ اسماعیل کی کلی حمایت قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ مفتی صاحب کے شاہ اسماعیل دہلوی کے نظریات وخیالات سے عدم اتفاق کے ثبوت میں متعدد دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں، کچھ دلائل ہم نے اسی کتاب میں کسی دوسرے مقام پر پیش کیے ہیں، ان دلائل سے قطع نظر اگر اس زیر بحث تحریر کو ہی غور سے دیکھیں تو اس میں بھی کئی جگہ مفتی صاحب شاہ اسماعیل سے اختلاف کرتے نظر آئیں گے۔

مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ اگر چہ حضور ﷺ کی نظیر قدرت الٰہیہ کے تحت داخل ہے، مگر اس کے امکان کے ثبوت کے درپے ہوجانا، اور امکان مثل کے مسئلہ پر زیادہ بحث ومباحثہ کرنا سوئے ادب ہے، اسی تحریر میں امکان نظیر کو ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (۲۰)

ترجمہ: اس مسئلہ کے بعض ناظرین (شاہ اسماعیل) نے جو تقریر کی ہے،

اس سلسلہ میں تحقیقی قول بیان کرنا یہاں ضروری ہے، وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی مثل کے امکان میں بحث اور غور وخوض کرنا تنقیص شان نبوی اور بے ادبی کا موجب ہے، گوکہ قرآن مجید میں اس امکان مثل کی خبر دی ہے، جیسا کہ آیت کریمہ ولو شئنا لبعثنافی کل قریة نذیراً کی تفسیر میں گزرا، لیکن ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اس سلسلے میں کلام کریں۔ (تحریر مفتی آزردہ مشمولہ ایضاح الحق: ص۱۵۶)

شاہ صاحب نے رسالہ یک روزی میں قرآن کریم کی چند آیات نقل کی تھیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بطور عتاب انبیا سے خطاب فرمایا ہے، اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ قرآن کریم میں جب ایسی آیات موجود ہیں اور ان سے انبیا کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی عظمت اور انبیا کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے تو ہم بھی اگر اللہ کی عظمت اور قدرت کے بیان کے لیے ان آیتوں کو پیش کررہے ہیں تو کیا حرج ہے، اس پر مفتی صاحب سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (۲۱)

ترجمہ: قرآن کریم میں وہ الفاظ جو انبیا علیہم السلام کے حق میں بطور عتاب وارد ہوئے ہیں ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان آیات کو سابق ولاحق سے جدا کر کے زبان پر لائیں، اور ان میں بحث وگفتگو کریں، مثال کے طور پر لفظ ''ضال'' آیت کریمہ ''ووجدك ضالًا فهدىٰ ''میں، ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس لفظ کا اطلاق معاذ اللہ حضور پر کرتے ہوئے آپ کو ''ضال '' کہیں، یا کوئی شخص ہر نماز میں سورۂ عبس وتولی پڑھنے کا التزام کرے، کیوں کہ اس سورت میں حق جل وعلا کی جانب سے اپنے حبیب کے لیے یک گونہ عتاب ہے، علمائے محققین نے اس سے منع کیا ہے، سید شریف نے شرح مواقف میں کہا ہے کہ انبیا پر زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرنا چاہیے، بالخصوص سیدنا ﷺ کا مقام تو سب سے زیادہ نازک ہے، یہاں توسوئے ادب کا ادنیٰ وہم ارکان ایمان میں تزلزل کا باعث بن جاتا ہے۔
(مرجع سابق: ص۱۵۷)